AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

کنزیومرازم کے رجحانات: اسلامی نظریہ صَرف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Trends of Consumerism: A Research Review in the Light of Islamic Economic Principles

Ali Imran
PhD Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi, Karachi, Pakistan.
Email: *imranjfs@hotmail.com*
Dr Muhammad Atif Aslam Rao *(Corresponding Author)*
Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi, Karachi, Pakistan.
Email: *dratifrao@uok.edu.pk*

Abstract

Consumerism refers to a mindset that emphasizes the acquisition of non-essential goods rather than focusing on basic human needs. In Arabic, it is known as "Istihlak," while in Urdu, it is referred to as "Saarfiyat." The phenomenon of consumerism encompasses both positive and negative trends. On the positive side, it drives economic growth by increasing demand for goods and services, creates employment opportunities, promotes industrial development, and raises living standards. However, the negative aspects of consumerism include environmental issues caused by excessive production, health problems, mental stress, rising debts due to the desire for more spending, and the production of substandard goods by companies. In the present day, the pressure of consumerism has led to a host of societal problems, making it a global concern. Therefore, understanding the negative trends of consumerism and finding solutions to mitigate its effects has become essential. This paper will explore these issues and propose solutions based on Islamic economic principles to address them, offering a holistic approach to mitigating the adverse impacts of consumerism.

Keywords: *Consumerism, Islamic Economics, Environmental Issues, Mental Stress, Economic Solutions*

تمہید

کنزیومرازم[1] ایسی فکر کا نام ہے جس کا تعلق انسان کی بنیادی ضروریات سے نہیں[2] بلکہ غیر ضروری اشیاء کی خریداری پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اردو میں اس کے لیے صارفیت اور عربی میں استہلاک[3] کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ کنزیومرازم کے بارے میں مثبت اور منفی دونوں قسم کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ مثبت رجحانات میں اشیاء اور خدمات کی طلب کو بڑھا کر معیشت کو فروغ دینا، پیداوار کے ذریعے ملازمتوں کے مواقع فراہم کرنا، صنعتی ترقی کا فروغ اور معیارِ زندگی بلند کرنا جیسے امور شامل ہیں جب کہ منفی رجحانات میں زیادہ پیداوار کی وجہ سے ماحولیاتی مسائل اور ان کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں، ذہنی اضطراب، زیادہ خرچ کے شوق میں قرضوں کا

---

[1] کنزیومرازم ایک معاشرتی، معاشی نظم اور نظریہ ہے جو بڑھتی ہوئی مقدار میں سامان اور خدمات کے حصول کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔
علی عمران، ڈاکٹر محمد عاطف اسلم راؤ، "کنزیومرازم کے مسلم معاشرے پر اثرات: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ"، البصیرۃ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، 2:12(2023)، ص22

[2] Conrad Lodziak, *The Myth of Consumerism* (London: Pluto Press, 2002), 2.

[3] احمد بن حسین بیہقی، السنن الکبری، کتاب الزکوۃ، باب من تجب علیہ الصدقۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2003ء، ج4، ص 179

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

بڑھنا، کمپنیوں کا ناقص اشیاء بنانااور فراہم کرنا جیسے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ حالاتِ حاضرہ میں کنزیومرازم کے دباؤ کی وجہ سے معاشرہ کثیر مسائل کا شکار ہونے کی وجہ سے عالمی مسئلہ کی شکل اختیار کر چکا ہےلہٰذا موجودہ دور میں اس کے منفی رجحانات کو سمجھنااور پھر اس کے تدارک کا اہتمام ضروری ہو چکا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

الف۔کنزیومرازم کے منفی اثرات پر تنقیدی جائزہ سب سے پہلے امریکہ میں کیا گیا اس مہم کا آغاز امریکہ کے مصنف Thorstein Veblen کی کتاب The Theory of the leisure class سے ہوا۔یہ کتاب پہلی دفعہ 1899 میں شائع ہوئی۔ان کو اینٹی کنزیومرازم کے اولین مصنفین میں شمار کیا جاتا ہے۔انہوں نے کنزیومرازم کے مختلف پہلوؤں پر مفصل گفتگو کی اور اس کے منفی اثرات کے لیے" Consumption Conspicuous"کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

ب۔مولانامودودی کی کتاب معاشیاتِ اسلام جسے اسلامک پبلی کیشنزلاہور نے2013 شائع کیا۔یہ کتاب354صفحات پر مشتمل ہے جس میں انسان کے معاشی مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔اس کتاب میں تصورِ رزق اور نظریہ صرف کے متعلق بنیادی قوانین کا ذکر کیا گیا ہے۔

ج۔جوئل سٹلرمین کی کتاب The Sociology of Consumption جسے Polity Press امریکہ نے 2015 میں شائع کیا۔یہ کتاب 219صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں صَرف کے جدیدیت کے تناظر میں اصول اور اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر مقالے میں اسلامی نظریہ صَرف کی روشنی میں مذکورہ مسائل کا تدارک اور اسلامی معاشی اصولوں کے تحت ان کا حل تجویز کیا جائے گا۔مقالے کو دو مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

مبحثِ اول:اسلامی نظریہ صَرف

اسلام نے جہاں حصولِ دولت کے مضبوط ضابطے عطا کیے ہیں اسی طرح ص رفِ دولت کے بھی تمام اصول متعین کر دیے ہیں۔بنیادی اصول تو یہی ہے کہ جو اللہ نے دیا ہے لہٰذا خرچ بھی اسی کے حکم سے کیا جائے گا۔کوئی بھی شخص نہ تو اپنی مرضی سے کسی شی کو حلال بنا سکتا ہے اور نہ ہی حرام۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ-اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ[4]

ترجمہ: کھاؤ!ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو،وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اسی طرح حلال و حرام کے بارے میں تمام اختیارات اپنے پاس رکھے کسی کو بھی حد سے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا

[4] الانعام142:6

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ[5]

ترجمہ: اے ایمان والو! جو اللہ نے تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام نہ بناؤ اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا اور کھاؤ ان چیزوں سے جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں حلال طیب حالت میں اور ڈرو اس اللہ سے جس پر تمہارا ایمان ہے۔

تمام انسان اپنے سرمائے کو پانچ حیثیتوں (ضرورت، حاجت، تحسینیات، اسراف اور تبذیر) میں خرچ کرتے ہیں، جن کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

(الف) ضرورت

انسانی زندگی میں بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو بقا کے لیے ضروری ہوتی ہیں اور یہ ضرورتیں وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ تاہم وہ اشیاء جن کے بغیر زندگی کا تسلسل ممکن نہیں انہیں "ضرورت" یا "حاجاتِ اصلیہ" کہا جاتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

فَالضَّرُوْرَةُ بُلُوْغُهٗ حَدًّا انْ لَمْ يَتَنَاوَلِ الْمَمْنُوْعِ هَلَکَ أَوْ قَارَب[6]

ترجمہ: ضرورت کسی بھی شخص کا اس حد تک پہنچ جانا کہ اگر ممنوعہ چیز نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے یا ہلاکت کے قریب ہو جائے۔

ان ضروریات میں خوراک، لباس، مکان اور نکاح شامل ہیں۔ یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جن میں سے کسی ایک کی کمی بھی انسانی زندگی کو غیر متوازن بنا دیتی ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

"اے انسانو! جس شخص کو خدا نے ایک مکان دے رکھا ہو جس میں وہ آرام سے رہے، اتنا ہی پانی جس سے سیر اب ہو، اتنا کھانا جو اس کے لیے کافی ہو، اتنا کپڑا جس سے وہ تن ڈھانپ سکے، ایسی بیوی جو اس کے رہن سہن کی جدوجہد میں مدد دے سکتی ہو تو یاد رکھو دنیا کا لطف اس نے اچھی طرح اٹھالیا۔"[7]

رسول اللہ ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ ان تین کے علاوہ ابن آدم کا کوئی حق نہیں ہے: گھر کہ وہ جس میں رہتا ہے، کپڑا جس سے وہ اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہے، روٹی کا خشک ٹکڑا اور پانی۔[8]

انسان پر لازم ہے کہ وہ ضروریات زندگی کے حصول میں جائز طریقے سے محنت کرے اور ان پر خرچ کرے۔ ضروریات پانچ قسموں پر مشتمل ہیں: حفظِ دین، حفظِ نسل، حفظِ مال، حفظِ جان اور حفظِ عقل، جنہیں مقاصدِ شریعت بھی کہا جاتا ہے۔

(ب) حاجت

ایسی بھوک کہ اس کو کھانے کی چیز نہ ملے تو وہ ہلاک تو نہ ہو، البتہ مشقت و تکلیف میں مبتلا ہو جائے، اس درجہ میں حرام مباح نہیں

---

[5] المائدہ 5:87-88

[6] جلال الدین السیوطی، الأشباہ والنظائر، مؤسسة الکتب الثقافیہ، بیروت، 1416ھ، ص 114

[7] شاہ ولی اللہ دہلوی، تفہیمات الٰہیہ، مدینہ برقی پریس بجنور، انڈیا، 1936، ج 1، ص 218

[8] محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع، باب ماجاء فی الزهادة فی الدنیا، دارالحضارة للنشر والتوزیع، ریاض، 2015، ص 464

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

ہوتا۔[9]ہم ضرورت اور حاجت میں تمیز کر سکتے ہیں۔جن قوانین کے ذریعے زندگی کے نظام کو برقرار رکھا جائے وہ "ضرورت" کہلاتے ہیں اور جن سے صرف مشقت اور پریشانی کو کم کیا جائے انہیں "حاجت" کہا جاتا ہے۔حاجت کا مقصد مقاصدِ خمسہ کا تحفظ نہیں ہوتا بلکہ ان سے جڑی مشقت اور مشکلات کو دور کرنا ہوتا ہے۔حاجات میں چونکہ زندگی کے لیے فوری خطرہ نہیں ہوتا مگر مشقت اور مشکلات ضرور ہوتی ہیں اس لیے حلال ذرائع سے حاصل کی جانے والی آمدنی کو سہولت اور آرام کے لیے خرچ کرنا جائز اور مستحسن ہے۔ تاہم اس مقصد کے لیے حرام ذرائع یا اشیاء کا استعمال قطعی طور پر جائز نہیں ہے۔

ایک اہم پہلو جو قابل غور ہے کہ بعض اوقات حاجت کی نوعیت اس قدر اہمیت اختیار کر لیتی ہے کہ وہ ضرورت کے مترادف بن جاتی ہے۔حاجت کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: شخصی، خصوصی اور عمومی حاجت۔ شخصی حاجت ان ضروریات کو کہا جاتا ہے جو فرد کی ذاتی مشقت سے تعلق رکھتی ہیں اور چونکہ یہ مشقت ہر شخص کی حالت اور حالات کے مطابق مختلف ہوتی ہے اس لیے اس کی درست حد بندی اور تشخیص مشکل ہو جاتی ہے۔مثال کے طور پر ایک بیمار شخص کو ٹھنڈے پانی کی اشد ضرورت ہو سکتی ہے جس کے بغیر اس کی زندگی کی بقا ممکن نہیں تو اس صورت میں یہ حاجت "ضرورت" کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔اسی طرح دوسرے مریض کو گرم پانی کی ضرورت ہو سکتی ہے جو اس کی حالت کے لحاظ سے "ضرورت" کے مترادف ہو سکتی ہے۔

اہل علم کی رائے میں چونکہ شخصی حاجت فرد کی ذاتی مشقت اور ضروریات کے حوالے سے متغیر ہوتی ہے اس کا کوئی مستقل اور یکساں معیار نہیں ہوتا۔اس لیے اکثر صورتوں میں یہ حاجت دراصل "ضرورت" ہی بن جاتی ہے۔اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ شخصی حاجت کا الگ کوئی خاص مقام نہیں ہے بلکہ وہ بنیادی طور پر ایک اہم ضرورت ہوتی ہے جس کا تعلق انسان کی زندگی کے تحفظ اور اس کی فلاح سے ہوتا ہے۔امام سیوطی بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ حاجت جب عام ہو جاتی ہے تو ضرورت کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔[10]

خصوصی حاجت سے مراد وہ ضروریات ہیں جو کسی خاص شہر، علاقے یا پیشے کے افراد کو درپیش ہوتی ہیں۔یہ حاجتیں ان افراد کی زندگی کے مخصوص حالات، پیشہ ورانہ ضروریات یا جغرافیائی مقام کے سبب جنم لیتی ہیں۔مثلاً کسی مخصوص پیشے جیسے زراعت یا صنعت سے وابستہ افراد کو خاص نوعیت کی اشیاء یا سہولتوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے تاکہ وہ اپنے کام کو مؤثر طریقے سے انجام دے سکیں۔

تیسری قسم حاجت عامہ وہ ضروریات ہیں جو مختلف علاقوں یا پیشوں کے افراد میں مشترک ہوں۔یہ حاجتیں عمومی نوعیت کی ہوتی ہیں اور معاشرے کے مختلف طبقوں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔مثلاً صحت کی بنیادی سہولتیں یا تعلیم کے مواقع جو تمام افراد کے لیے ضروری ہوتے ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی پیشے یا علاقے سے ہو۔

(ج) تحسینیات

تہذیبِ اسلامی میں شرعی مصالح کی رعایت کے حوالہ سے تیسرا درجہ "تحسینیات" ہے۔ جیسے لباس پہننے میں مناسب زینت اختیار کرنا ، حصولِ مال اور خرچ میں احتیاط اور اعتدال سے کام لینا۔اس پہلو کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: منفعت اور زینت۔

---

[9] السیوطی، الأشباہ والنظائر، ص176

[10] ایضاً

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

منفعت سے مراد ایسی اشیاء ہیں کہ اگر انسان ان کو اپنے استعمال میں لاتا ہے تو اس کے بدن کو فائدہ تو ملے گا تاہم اگر استعمال نہ کیا جائے تو ہلاک ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کی مشقت ہو جیسا کہ عمدہ کھانا، جسم کو تقویت دینے والی غذائیں، ان کا حکم یہ ہے کہ استعمال جائز ہے تاہم شرط یہ ہے کہ حلال ذرائع سے ہو اور اس مقصد کے حصول کے لیے قرض نہ لیا جائے، نہ ملنے کی صورت میں صبر کرے۔[11]
زینت سے وہ اشیاء مراد ہیں جن کے استعمال سے جسم کو نہ تو فائدہ پہنچے اور نہ ہی طاقت ملے بلکہ تفریح کے لیے اختیار کیا جائے جیسا کہ ذائقہ دار اشیاء، آرائشی لباس، اعلیٰ قسم کا معتدل لباس وغیرہ، ان کا حکم بھی یہی ہے کہ حلال ذرائع کو اختیار کرتے ہوئے اپنایا جائے وگرنہ صبر کرے۔[12]

(د) اسراف

مباح اور جائز کاموں میں ضرورت سے زائد خرچ کرنا یا کسی دینی یا دنیوی فائدے کے بغیر مال یا چیز کو فضول خرچ کرنا "اسراف" کہلاتا ہے۔ اسراف کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، جیسے کسی قابل استعمال چیز کو جان بوجھ کر ضائع کرنا مثلاً آگ میں کسی چیز کو پھینک دینا یا گھر میں رکھی ہوئی چیزوں کو استعمال نہ کرنا جس کے نتیجے میں وہ خراب ہو جائیں۔ اسی طرح مال جمع کر کے اس کی حفاظت نہ کرنا، جیسے غلہ رکھ کر اسے بغیر تحفظ کے چھوڑ دینا تاکہ وہ خراب ہو جائے۔ مذکورہ تمام تفصیلات کو علامہ جرجانی کی تعریف کے تحت سمجھا جا سکتا ہے آپ لکھتے ہیں:

الاسراف :هو انفاق المال الكثير فى الغرض الخسيس وقيل تجاوز الحد فى النفقة ۔[13]

ترجمہ: کثیر مال کو، خسیس غرض میں خرچ کرنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کرنا "اسراف" کہلاتا ہے۔

اسراف معاشرتی توازن کو بگاڑ کر ایک غیر متوازن فضا پیدا کرتا ہے۔ جب افراد میں دوسروں پر فخر کرنے اور بے جا زیب و آرائش کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو یہ بے تحاشہ خرچ کرنے کا باعث بنتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارا سرمایہ اس مقصد کے لیے مختص ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں عام لوگوں کو ضروریاتِ زندگی کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسراف انسان کی طبیعت میں عیش پسندی اور آرام دہ زندگی کی آرزو کو بڑھاتا ہے جو نہ صرف فرد بلکہ پورے معاشرے کو اضطراب اور پریشانی کا شکار بنا دیتا ہے۔ جب افراد اپنی خواہشات کی تکمیل میں حد سے زیادہ خرچ کرتے ہیں تو اس سے معاشرتی عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور انسانی تعلقات میں دراڑ آتی ہے۔

(ھ) تبذیر

مال اللہ کی اطاعت کا ایک عظیم ذریعہ ہے اور اس کا مقصد اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہوتا ہے۔ اگر یہ مال اللہ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے جیسے بے مقصد اشیاء یا برے کاموں پر خرچ کیا جائے تو یہ دراصل مال کو ضائع کرنا ہے۔ مال کو ضائع کرنا شیطان کا عمل قرار دیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا[14]

---

[11] ڈاکٹر مظہر فرید شاہ، مصلحت کی بنیاد پر قانون سازی، مکتبہ نظامیہ، جامعہ فریدیہ، ساہیوال، 2011، ص 27

[12] ایضا

[13] الجرجانی، کتاب التعریفات، مکتبۃ لبنان، بیروت، 1969، ص 23

[14] بنی اسرائیل 27:17

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

ترجمہ: بے شک تبذیر کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔

مبذر کا مقصد صرف نفس کی خواہشات کی تکمیل اور دنیاوی لذتوں کا حصول ہوتا ہے۔اس طرح اللہ کی دی ہوئی دولت کا استعمال منکرات اور برائیوں میں کرنا جیسے حرام کاری، قانونی جرائم، شراب نوشی یا رقص و سرور میں خرچ کرنا۔یہ صورت نہ صرف اس مال کا غلط استعمال ہے بلکہ یہ اللہ کی رضا سے بھی دوری اور ناشکری کا باعث بنتا ہے۔

سید مناظر احسن گیلانی اس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اصل یہ ہے کہ "تبذیر" کا مادہ "بذر" ہے۔بذر کے معنی تخم کے ہیں۔تبذیر تخم چھڑکنے کو کہتے ہیں۔پھر جیسے کسان اپنے کھیت میں دانے ڈالتا ہے اور بغیر اس خیال کے چھڑکتا چلا جاتا ہے کہ دانے کہاں گریں گے، کہاں نہ گریں گے یہی حال اس شخص کا ہے جو اپنی دولت خرچ کرتا چلا جاتا ہے لیکن اس صرف میں اس کو پرواہ نہیں ہوتی کہ جائز خواہشوں پر خرچ کر رہا ہے یا ان خواہشوں پر خرچ کر رہا ہے جن کی تکمیل قانونا جرم ہے۔"[15]

امام شافعی کا قول ہے کہ مال کو حق کے علاوہ خرچ کرنا "تبذیر" کہلاتا ہے۔[16] اسی طرح مال کو ایسی جگہ خرچ کرنا جہاں شرعی حکم کے مطابق اس کا استعمال جائز نہیں ہے، تبذیر ہے۔قرآن میں صریح الفاظ میں ناجائز کاموں پر خرچ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ [17]

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو "لھوالحدیث" خریدتے ہیں تاکہ وہ وہ گمراہ کریں اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے اور اسے مذاق بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

مذکورہ آیت میں "لھوالحدیث" سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو انسان کو اللہ کی عبادت اور نیک عمل سے غافل کر دیتی ہیں جیسے گانا، موسیقی اور بے مقصد تفریحات۔یہ اشیاء انسان کو روحانی ترقی سے روکتی ہیں اور اس کی توجہ دنیاوی لذتوں کی طرف مبذول کرتی ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان امور کی مذمت کی ہے جو اس کے راستے سے لوگوں کو بہکاتے ہیں اور ان کے ذریعے انسان کی روحانیت اور اللہ کی رضا سے دوری کو فروغ ملتا ہے۔

مبحثِ دوم: کنزیومر ازم کے رجحانات

1۔عالمی سطح پر مساوات کا فقدان

صارفیت کے منفی اثرات میں سے ایک اہم پہلو عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی عدمِ مساوات ہے۔صارفیت کے فروغ نے دنیا بھر میں دولت کی تقسیم کو غیر متوازن کر دیا ہے جس سے امیر اور غریب کے درمیان فرق مزید بڑھتا جا رہا ہے۔اس کے نتیجے میں سماج میں امیروں میں برتری اور غریبوں میں احساسِ کمتری پروان چڑھ رہا ہے جس سے معاشرتی بے چینی میں اضافہ ہوا ہے۔

"For the last three decades, virtually all income gains in the United States have gone to top earners. Recipients have spent

[15] سید مناظر احسن گیلانی، اسلامی معاشیات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2007، ص464

[16] القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، مؤسسة الرسالة، بیروت لبنان، سن اشاعت 2006ء، ج 13ص 64

[17] لقمان 6:31

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

most of their extra income on positional goods.”[18]

ترجمہ: پچھلی تین دہائیوں میں امریکہ میں ہونے والی تمام آمدنی میں زیادہ تر اضافہ صرف اعلیٰ آمدنی والے طبقے کے حصے میں آیا ہے۔ اپنی آمدنی کا زیادہ تر حصہ نمود و نمائش کی اشیاء پر خرچ کیا۔

یعنی امیر لوگ مہنگی اور باحیثیت چیزیں خریدتے ہیں جن کو ایک متوسط طبقہ کا بندہ خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا امیر اور غریب کے درمیان ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جس سے احساسِ کمتری میں اضافہ ہوا ہے اور ذہنی دباؤ کا ماحول پیدا ہو گیا ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے:

“The huge rise in resource consumption in wealthier countries has led to an ever-widening gap between the rich and the poor.”[19]

ترجمہ: امیر ملکوں میں وسائل کے زیادہ استعمال سے غریب اور امیر کے درمیان ایک خلا پیدا ہو رہا ہے۔

لہٰذا نظریہ صارفیت کے نتیجے میں جو معاشی و سماجی منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں اس میں عالمی عدمِ مساوات کی لہر بھی اہم ہے جس کی وجہ سے بہت سی سماجی و معاشی ناہمواریاں پیدا ہوئی ہیں۔

2۔ مادہ پرستی کا فروغ

صارفیت نے مادی اشیاء کے حصول کو زندگی کا مرکز و محور بنا دیا ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنی اخلاقی اور روحانی اقدار کو پسِ پشت ڈال کر محض مادی ترقی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں جیسا کہ اس مصنف کی بات سے واضح ہوتا ہے:

“A consumer culture as the growth of materialistic desires is said to be connected to the loss of community.”[20]

ترجمہ: کنزیومر ثقافت مادی خواہشات کے ساتھ ساتھ معاشرتی تباہی کا باعث بھی ہے۔

ایک اور مقام پر اس کو یوں بیان کیا گیا ہے:

“Craving for goods is high, the wants and desires of the people increase, the better their income, the better and their purchasing power. But in case they are not able to do so, then they feel dissatisfied.”[21]

ترجمہ: اشیاء کی طلب بڑھ گئی ہے، لوگوں کی ضرورتیں اور خواہشات میں اضافہ ہو رہا ہے کہ ان کی آمدنی زیادہ

[18]Robert H. Frank, *Post-Consumer Prosperity: Finding New Opportunities amid the Economic Wreckage* (America: The American Prospect, April 2009), 12–13.

[19]http://greentumble.com/the negative effects of consumerism,(Retrieved on 12-01-2024)

[20]Albret M. Muniz and Thomas C. O’ Guinn, “Brand Community,” *Journal of Consumer Research* 27, no. 4 (Oxford University Press, University of Chicago, 2001), 412. (Retrieved on 12-01-2024)

[21]http://www.paggu.com-business /the effects of consumerism,(Retrieved on 14-01-2024)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

اور بہتر ہو، خریداری کی قوت میں اضافہ ہو جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ ایسا ممکن نہیں اسی لیے مطمئن نہیں ہیں صارفیت کے نتیجے میں ایک ایسا ماحول پیدا ہو چکا ہے جہاں مادی اشیاء کی خرید و فروخت کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے باعث معاشرے میں احساسِ کمتری بڑھ رہی ہے، کیونکہ جب لوگ اپنی خواہشات کے مطابق چیزیں حاصل نہیں کر پاتے تو وہ مایوسی اور ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ صارفیت بنیادی طور پر مادی اشیاء کے حصول کو ہی کامیابی کا معیار سمجھتی ہے اور اس میں حلال و حرام کی تفریق کے بغیر خواہشات کو پورا کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

اس کے برعکس اسلام انسان کی زندگی میں توازن قائم رکھنے پر زور دیتا ہے۔ یہ نہ صرف مادی ضروریات کو پورا کرنے کی تلقین کرتا ہے بلکہ روحانی ترقی کو بھی لازمی قرار دیتا ہے۔ اسلام کے مطابق فرد کی جسمانی اور معاشی ضروریات ایسی حدود میں پوری ہونی چاہییں جو انصاف اور اخلاقی اصولوں پر مبنی ہوں۔ محض مادی آسائشیں کسی شخص کو حقیقی سکون فراہم نہیں کر سکتیں جب تک کہ اس کی روحانی ضروریات بھی پوری نہ ہوں۔ اسی لیے اسلام ایسے اصول فراہم کرتا ہے جو نہ صرف مادی فوائد بلکہ قلبی اور روحانی سکون کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

3۔ماحولیاتی آلودگی

صارفیت کی بڑھتی ہوئی شرح نے ماحولیاتی آلودگی میں بھی اضافہ کیا ہے کیونکہ صنعتی پیداوار کے بڑھنے سے قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال ہو رہا ہے اور آلودگی بڑھتی جا رہی ہے جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

> "Consumerism is destroying our environment as the demands for goods increases, the need to produce these goods also increases, this leads to more pollutant emissions, increased land use and deforestation and accelerated climate change, waste disposal is becoming a problem worldwide, and our oceans are slowly but surely becoming a giant waste disposal pit, according to scientists, up to 12 million tons of plastic enters the ocean every ear forming giant floating garbage patches."[22]

ترجمہ: کنزیومرازم ہمارے ماحول کو خراب کر رہا ہے جیسے جیسے اشیاء کی طلب میں اضافہ ہو رہا ہے ویسے ہی پیداوار کو بھی بڑھایا جا رہا ہے جس سے آلودگی کے اخراج میں اضافہ ہوا ہے، زمین کے استعمال اور جنگلات کے کٹاؤ میں اضافہ ہوا۔ استعمال کی ہوئی اشیاء عالمی سطح پر بہت مسائل پیدا کر رہی ہیں اور ہمارے سمندر بتدریج مضر اشیاء سے بھرے جا رہے ہیں سائنس دانوں کے مطابق سالانہ بارہ ملین ٹن پلاسٹک سمندر میں ڈالا جا رہا ہے جس کی وجہ سے خطرناک حد تک گندگی بڑھ چکی ہے۔

[22]http://greentumble.com/the negative effects of consumerism. (Retrieved on 12-01-2024)

اسی وجہ سے صحت کے مسائل بھی بڑھ چکے ہیں:

> "Consumerism is a global problem driving global environmental change as the costs of consumption (Such the exploitation of people, the destruction of ecosystem, and pollution from wasteful extraction and harmful disposal)."[23]

ترجمہ: صارفیت ایک عالمی مسئلہ ہے جس سے عالمی ماحولیاتی تبدیلی آئی ہے جیسا کہ انسانوں کا استحصال، ماحولیاتی نظام کی تباہی اور استعمال شدہ اشیاء کے ذریعے آلودگی کا اخراج۔

صارفیت انسانوں کے استحصال اور معاشی نابرابری کے ساتھ ساتھ زمین کے ماحولیاتی توازن میں بھی فساد پیدا کرتی ہے۔ اسلام اس طرزِ زندگی کو رد کرکے اس کے مقابل اعتدال اور جواب دہی کے اصول کو اپناتا ہے۔ لہٰذا صارفیت کے عالمی اثرات دراصل اس بنیادی اسلامی تعلیم کی خلاف ورزی ہیں جو انسان کو زمین پر "خلیفہ" اور "امانت دار" قرار دیتی ہے۔

4۔ وسائل کی کمی کا مسئلہ

صارفیت کے باعث اشیاء وخدمات کی مسلسل طلب میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں قدرتی اور مادی وسائل تیزی سے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ جتنا زیادہ اشیاء کا استعمال بڑھتا ہے اتنی ہی تیزی سے وسائل کی کمی واقع ہوتی ہے۔ چونکہ صارفیت کا بنیادی نظریہ زیادہ سے زیادہ پیداوار اور کھپت پر مبنی ہے اس لیے سرمایہ دار منافع کی دوڑ میں اشیاء کی پیداوار میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں جس کے سبب قدرتی وسائل پر شدید دباؤ بڑھ رہا ہے۔ ایک معروف مغربی مصنف اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "A global transformation in consumerism will mean breaking down assumptions and defining new concepts of growth that do not hinge on a production-consumerism cycle that continually draws down the earth resources."[24]

ترجمہ: صارفیت کا بین الاقوامی سطح پر تبادلہ سے مطلب یہ ہے کہ مفروضات ختم ہو رہے ہیں اور بڑھوتری کے نئے تصورات آ رہے ہیں جو صارفیت کے پیداواری سلسلے سے جوڑ نہیں رکھتے جو کہ مسلسل زمینی وسائل کی تخریبی کا باعث بن رہے ہیں۔

یعنی صارفیت کے نتیجے میں زمینی اور مادی وسائل تیزی سے زوال پذیر ہو رہے ہیں اور اگر یہی رجحان برقرار رہا تو ان کے مکمل ختم ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ اسی حقیقت کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے:

> "Consumerism is also depleting the natural resources of the respective country."[25]

ترجمہ: صارفیت اپنے متعلقہ ملک کے قدرتی وسائل کو بھی ختم کر رہی ہے۔

---

[23]Jane lister , Consumerism, Encyclopedia of Global Environmental Governance and Politics, Edward Elgar, 2016,p.10
[24]Ibid., p.13
[25]https://www.paggu.com/business/world-economy/the-effects-of-consumerism/ (Retrieved on 12-01-2024)

یعنی صارفیت کے باعث ملکی وسائل تیزی سے کم ہو رہے ہیں اور روز بروز ان میں مزید کمی واقع ہو رہی ہے۔اس کے برعکس اسلامی نظامِ صرف میں اعتدال اور میانہ روی ہے تاکہ وسائل کو ضائع کرنے کے بعد افسوس کی کیفیت پیدا نہ ہو اور ضرورت کی اشیاء کا بھی فقدان پیدا نہ ہو جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَاتَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةًاِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا[26]

ترجمہ: اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے پوری طرح کھلا ہی چھوڑ دو۔ ورنہ خود ملامت زدہ اور درماندہ بن کر رہ جاؤ گے۔

یعنی اگر تم فضول خرچی میں مبتلا رہو گے تو اس کا انجام یہ ہو گا کہ تم مفلس اور کنگال ہو جاؤ گے اور نتیجتاً دل شکستہ اور نادم ہو کر زندگی کی سرگرمیوں میں مؤثر حصہ لینے کے قابل نہیں رہو گے۔معیشت میں بھی عدل و توازن کا اصول میانہ روی ہی ہے اور دینِ اسلام اسراف و تبذیر سے سختی سے روکتا ہے۔اسی حوالے سے علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو۔خرچ میں اعتدال کا واجب ہونا ضروری ہے۔یعنی ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اوپر، اپنے اہل و عیال اور دیگر ضرورت مندوں پر خرچ کرنے سے کڑھنے لگو اور نیکی کے راستوں میں خرچ نہ کرو اس سے یہ ظاہر ہو کہ تمہارے ہاتھ گردن تک بندھے ہوئے ہیں اور نہ بے تحاشا خرچ کرو کہ لوگوں کو دے دے کر اپنا سارا مال ختم کر دو اور تمہارے ہاتھ میں کچھ نہ رہے۔"[27]

یعنی مال و دولت کے خرچ اور دیگر تمام معاملات میں اعتدال کا راستہ اختیار کرو، کسی ایک انتہا کی طرف مائل نہ ہو جاؤ۔ایسا نہ ہو کہ خرچ کرنے کا وقت آئے تو ساری دولت بے دریغ لُٹا دو اور اگر احتیاط برتنا چاہو تو اتنی شدت اختیار کر لو کہ کنجوسی کی حد تک پہنچ جاؤ۔درحقیقت تمام اخلاقی خوبیوں کی بنیاد اعتدال اور میانہ روی پر ہے جبکہ تمام برائیاں افراط و تفریط سے پیدا ہوتی ہیں۔اسلامی تعلیمات، معیشت میں بھی میانہ روی کا حکم دیتی ہیں اور اگر ہم وسائل کے استعمال میں اسلام کے اصولِ اعتدال کو اپنائیں تو ہم مادی اور قدرتی وسائل کو بہتر طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں۔اس کے نتیجے میں نہ صرف ہم اپنی ضروریات پوری کر سکیں گے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی وسائل کی حفاظت ممکن ہو گی۔

5۔حرص ولالچ

نظریۂ صارفیت کے تحت ہر شخص زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی دوڑ میں لگا ہوا ہے۔موجودہ دور اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ ہر فرد دوسروں سے آگے نکلنے کی جستجو میں مصروف ہے اور اس جدوجہد میں جائز و ناجائز کی تمیز بھی ختم ہوتی جا رہی ہے۔اپنی خواہشاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے انسان حرص ولالچ میں مبتلا ہو چکا ہے اور یہ رجحان وقت کے ساتھ مزید بڑھتا جا رہا ہے۔اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ روزانہ نت نئی مصنوعات مارکیٹ میں متعارف ہو رہی ہیں جو صارفین کے اندر مزید خریداری کی خواہش پیدا کر رہی

[26] الاسراء 29:17

[27] غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، 2009، ج6، ص703

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

ہیں۔ نتیجتاً لوگوں کا رجحان ضرورت کے بجائے خواہشات کی تکمیل کی طرف بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجے میں حرص و ہوس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے:

> "People lifestyles have also changed in the sense they are more lavish full of material comforts rather than focusing on simplicity, one is in a rat race to earn more and is forced to cope up with stress and other work-related tensions."[28]

ترجمہ: لوگوں کا طرزِ زندگی بھی بدل گیا ہے بجائے اس کے کہ وہ سادگی اپنائے وہ مادی اشیاء کے حوالے سے لالچ میں پڑ گئے ہیں ہر کوئی زیادہ سے زیادہ کمائی کی دوڑ میں ہے جس سے ڈپریشن بڑھ رہا ہے۔

یعنی صارفیت نے انسانی فطرت میں لالچ اور حرص کو مزید بھڑکایا ہے اور اسی لالچ کو پورا کرنے کے لیے مارکیٹرز اپنی اشیاء کی قیمتیں بڑھانے کے لیے ذخیرہ اندوزی جیسے ہتھکنڈے اپناتے ہیں۔ اس طرح صارفیت نہ صرف لالچ کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہے بلکہ معاشی استحصال کا ذریعہ بھی بن رہی ہے۔

اسلام لالچ اور حرص کی شدید مذمت اور حوصلہ شکنی کرتا ہے اس لیے کہ یہ ناپسندیدہ رویہ نہ صرف افراد بلکہ پوری معیشت اور سماج پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ[29]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانا ہے۔

یعنی جو لوگ دنیاوی اشیاء کی لالچ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اسلام انہیں چوپایوں سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ وہ صرف اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں اور حقیقت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں سخت وعید سنائی گئی ہے کیونکہ ان کی زندگی کا مقصد صرف مادی فوائد کا حصول بن جاتا ہے اور وہ اخلاقی و دینی اقدار کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

6۔ اشیاء کا فضول استعمال

مارکیٹ میں نت نئی اور پُرکشش مصنوعات دستیاب ہوتی ہیں جو صارفین کی توجہ اس قدر کھینچ لیتی ہیں کہ وہ انہیں خریدنے پر مجبور ہو جاتے ہیں چاہے ان کی واقعی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ اس صارفیت زدہ معاشرے میں زیادہ تر فضول خرچی امیر طبقے کی جانب سے ہو رہی ہے اور یہی طبقہ وسائل پر سب سے زیادہ تصرف حاصل کر رہا ہے جبکہ متوسط اور غریب طبقے کے لیے یہ مواقع محدود ہو رہے

---

[28] http://www.paggu.com-bussiness/the effects of consumerism. (Retrieved on 12-01-2024)

[29] محمد 12:47

ہیں۔ اسلام فضول خرچی سے سختی سے منع کرتا ہے اور ایسے لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو بے جا اسراف کی راہ پر چلتے ہیں کیونکہ یہ رویہ نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا[30]

ترجمہ: بیشک مال کو اڑانے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

چونکہ صارفیت میں فضول خرچی اور زیادہ سے زیادہ اشیاء کے ضیاع کو فروغ دیا جاتا ہے، اسلام اس سے سختی سے منع کرتا ہے کیونکہ اس سے معاشرتی عدم مساوات، احساسِ کمتری اور لالچ کی مانند معاشی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ ایسے رجحانات معاشرے میں تضادات کو بڑھا دیتے ہیں جس کے نتیجے میں روحانی و اخلاقی بحران پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی نظریہ صرف فضول اشیاء کی خریداری سے باقاعدہ منع کرتا ہے اور درمیانی راہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ[31]

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہی میانہ روی کا اصول ہے جس پر عمل کر کے انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی توازن اور اخلاقی معیار کو برقرار رکھ سکتا ہے۔

7۔ اضطراب اور جرائم میں اضافہ

نظریہ صارفیت کی بدولت چونکہ اشیاء و خدمات کے زیادہ سے زیادہ استعمال پر زور دیا جاتا ہے اور ان کی خرید و فروخت کو بڑھاوا دیا جاتا ہے اس کے نتیجے میں جب افراد کی آمدنی ان کی خواہشات کی تکمیل کے لیے ناکافی ہو جاتی ہے تو وہ ذہنی پریشانی اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ جرائم کی شکل میں سامنے آتا ہے جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے:

> "Psychological health also can get affected if one desires are not meant such as depression, jealousy, and envy can lead to crime. Crime rate also increases as wants to possess expensive gadgets increase, thefts become common and daylight robberies take place."[32]

ترجمہ: اگر کسی کی خواہشات پوری نہ ہوں تو نفسیاتی صحت اس سے متاثر ہو سکتی ہے جیسے ڈپریشن، حسد اور لالچ یہ سب انسان کو جرائم کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ جیسے جیسے اشیاء مہنگی ہو رہی ہیں جرائم کی شرح میں بھی اسی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے چور عام ہو گئے ہیں اور دن میں بھی چوریاں عام ہو گئی ہیں۔

---

[30] الاسراء 27:17

[31] الاعراف 31:7

[32] http://www.paggu.com-bussiness/the effects of consumerism. (Retrieved on 16-01-2024)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

اسلام انسان کو اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی تلقین کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خواہشات کو اس حد تک نہ بڑھاؤ کہ تم دنیا کے پیچھے بھاگتے رہو اور اپنی روحانیت اور اخلاقی اقدار کو نظر انداز کر دو۔ جتنا انسان اپنے نفس کی خواہشات کی طرف مائل ہو گا، نفس اتنا ہی اس کی طلب بڑھائے گا اور اس کا نتیجہ ذہنی پریشانی اور دباؤ کی صورت میں نکلے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[33]

ترجمہ: اور میں اپنے آپ کو اچھا نہیں کہتا کیونکہ نفس تو برائی ہی کی ترغیب دیتا ہے مگر جس پر میرا رب مہربان ہو بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کا نفس اسے برائی کی طرف مائل کرتا ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اس برائی میں مبتلا ہونے سے بچائے۔ برائی ہمیشہ چھوٹی سطح سے شروع ہوتی ہے اور جب انسان اپنے نفس کی چھوٹی چھوٹی خواہشات کو پورا کرتا ہے تو وہ بڑی خواہشات کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس لیے انسان کو اپنی خواہشات کو محدود رکھنا چاہیے تاکہ وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکے۔

8۔ مسابقت کا رجحان

کنزیومرازم کے منفی رجحانات میں سے ایک اہم پہلو "مقابلہ" کی کیفیت ہے جہاں ہر شخص دوسرے سے الگ اور منفرد برانڈ استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ دوسروں سے الگ نظر آئے۔ اس طرح صارفیت کی اس نفسیات میں افراد نہ صرف اپنی مادی خواہشات کو پورا کرتے ہیں بلکہ دوسروں سے خود کو ممتاز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری اس حوالہ سے لکھتے ہیں:

"جس اخلاقیات کو اس فلسفے کی بنیاد بنانا پڑے گا وہ حرص وحسد کی اخلاقیات ہو گی۔ اس اخلاقیات کا سرمایہ دارانہ نام competition and accumulation یا 'مسابقت اور بڑھوتری برائے بڑھوتری' ہے ۔ حرص کا مطلب بڑھوتری برائے بڑھوتری ہے ۔۔۔ اور حسد کا مطلب مسابقت ہے !تو سرمایہ دارانہ معاشرے کو قائم رکھنے کی سب سے پہلے ضرورت یہ ہے کہ حرص اور حسد عالمگیر ہوں ۔۔۔ ہر آدمی حرص وحسد کا بندہ بن جائے۔"[34]

صارفیت میں جو مسابقت کا رجحان نظر آتا ہے وہ معاشی اور معاشرتی لحاظ سے درست نہیں ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں معاشرے میں احساسِ محرومی میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ اسلامی تعلیمات میں مسابقت کو غفلت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ[35]

ترجمہ: مال کی باہمی کثرت کی دوڑ نے تمہیں غافل کر دیا۔

---

[33] یوسف 53:12

[34] ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری، سرمایہ دارانہ نظام ایک تعارف، کتاب محل، لاہور، 2016، ص 23

[35] التکاثر 1:102

اسلام میں مال کی زیادتی یا کثرت طلب کرنا بذات خود مذموم نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اہمیت رکھتا ہے۔ اگر مال کی طلب انسان کو اللہ کی رضا اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے ہو تو یہ مستحسن ہے لیکن اگر یہ کثرت صرف دنیاوی فائدے کے لیے ہو جیسے فسق و فجور کے لیے تو یہ مذموم ہے۔ اسلام میں انسان کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ مال و دولت کے پیچھے اس قدر دوڑے کہ وہ اپنے اصل مقصد، یعنی اللہ کی عبادت اور آخرت کی فلاح کو بھول جائے۔

اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی کا توازن قائم رکھتے ہوئے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ دنیا کی دوڑ میں اتنا مگن نہ ہو کہ وہ اپنی روحانیت اور اخلاقی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائے۔ مولانا عبد الرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں:

"تَکَاثُر کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) آدمی کوئی چیز زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ (۲) لوگ کسی چیز کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں (۳) وہ ایک دوسرے پر فخر جتلائیں کہ دوسرے کے مقابلہ میں انہیں فلاں چیز کثرت سے حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ کثرت کس چیز میں ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کے نفس کو مرغوب ہو وہ اسے زیادہ سے زیادہ تعداد یا مقدار میں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ چیزیں مال و دولت، اولاد اور بلند وبالا اور عالیشان رہائش گاہیں، منصب واقتدار، کسی قبیلے کے افراد کی کثرت سب کچھ ہو سکتا ہے۔"[36]

مال کی محبت انسان کو اس کے اصلی مقصد سے غافل کر دیتی ہے اور یہ سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے جب انسان اپنے فرائضِ منصبی اور عبادات میں مشغول ہونے کے بجائے دنیا کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے۔ اسلام میں انسان کو مال کی محبت سے اتنا دور رہنے کی ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی اصل ذمہ داریوں اور اللہ کی عبادت سے غافل نہ ہو جائے۔

پیر کرم شاہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> "تکاثر: اس کے دو معنی ذکر کیے گئے ہیں۔ مال جمع کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا۔ دوسرا: مال و دولت کی کثرت پر فخر کرنا۔ جو لوگ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں ان کو بڑی ضروری چیزیں فراموش ہو جاتی ہیں۔ دولت سمیٹنے کی خواہش جنون کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس وقت انہیں نہ خدا یاد رہتا ہے نہ موت یاد آتی ہے، بس ایک ہی خیال میں مگن رہتے ہیں کہ جیسے بھی بن پڑے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر لی جائے۔ خدا ناراض ہوتا ہے تو ہوتا رہے، قوم سے خیانت، اپنے ملک سے غداری، اپنے فرائض کی ادائیگی میں بددیانتی کے جرائم سرزد ہوتے ہیں تو ہوتے رہا کریں۔ تکاثر کا دوسرا معنی یہ ہے یعنی اے لوگو! تم مال و دولت کی بنا پر فخر کرتے ہو۔ اس چیز نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کر دیا ہے تم اسی تفاخر میں اتنے مصروف رہتے ہو کہ تمہیں اپنے خالق کی عبادت کی بھی فرصت نہیں ملتی۔"[37]

---

[36] عبد الرحمٰن کیلانی، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، لاہور، 1432ھ، ج4، ص685

[37] پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1339ھ، ج5، ص647

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

حدیث میں ہے:

مطرف عن ابیہ اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وھو یقرأ الھاکم التکاثر الایۃ قال یقول ابن ادم مالی مالی۔ ھل لک یا ابن ادم من مالک الا ما اکلت فافنیت والبست فابلیت وتصدقت فامضیت وما سوی ذلک فذاھب وتارک اللناس [38]

ترجمہ: مطرف کے والد کہتے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اس وقت الھاکم التکاثر پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کہ انسان میر امال، میر امال کہتا ہے۔ اے فرزند آدم کیا تمہارا مال کچھ ہے سوائے اس کے جو تم نے کھایا اور فنا کر دیا یا پہنا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کیا اور اس مال کو اپنے لیے آگے بھیج دیا (تاکہ قیامت کے دن کام آئے) اس کے سوا جو کچھ ہے تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔

اسلام مال میں مسابقت سے سختی سے منع کرتا ہے کیونکہ اس کا مقصد انسان کو دنیاوی خواہشات اور لذتوں کے پیچھے دوڑنے سے روکنا ہے جو اسے اپنی اصلی ذمہ داریوں یعنی عبادات اور اخلاقی فلاح سے غافل کر سکتی ہیں۔

9۔ برانڈز اور فیشن

آج کے دور میں برانڈڈ ملبوسات، مہنگے سیلون اور پارلر سروسز پر غیر ضروری اخراجات ایک عام رویہ بن چکا ہے جو اکثر مالی دباؤ کا سبب بنتا ہے اور طویل مدتی طور پر بجٹ اور اقتصادی استحکام کو متاثر کرتا ہے۔ سادگی اپنانے سے نہ صرف مالی وسائل کو دانشمندانہ انداز میں منظم کیا جا سکتا ہے بلکہ غیر ضروری اخراجات کو کم کر کے انہیں بہتر اور ضروری مقاصد کے لیے بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ مہنگے پارلرز پر خرچ کرنے کے بجائے گھریلو سطح پر بنیادی ضروریات خود پوری کرنا زیادہ مفید اور کفایت شعاری کا مظہر ہے۔جیسا کہ درج ذیل تجزیہ سے سمجھاجاسکتا ہے:

"Consumerism and Consumption play a huge role on what fashion is today and what goes into it, and not just about design or designers, but also socially and environmentally, consumerism and consumption impact the social and environmental aspect of the fashion industry, because of what people buy why they buy things, what type of things, they look for in terms of quality or brand and also where they go to shop."[39]

ترجمہ:آج کل کون سا فیشن ٹرینڈ کر رہا ہے، کیا مقبول ہےیہ سوال نہ صرف ڈیزائن اور ڈیزائنرزکےتناظر میں اہم ہے بلکہ سماجی اورماحولیاتی پہلوؤں سے بھی صارفیت اور اخراجات پر گہرا اثر ڈالتا ہےفیشن انڈسٹری پرصارفیت کے اثرات نمایاں ہیں کیونکہ لوگ کیا خریدیں،کیوں خریدیں اورکس قسم کی اشیاء کا انتخاب کریں، یہ سب کچھ مخصوص معیارات، برانڈز اور حتیٰ کہ خریداری کے مقامات کے تحت طے ہوتا ہے۔

چنانچہ صارفیت کےنظریہ نےفیشن انڈسٹری کو غیرمعمولی فروغ دیاجس کےنتیجے میں معاشی وسماجی سطح پر نمایاں تبدیلیاں رونماہوئیں۔اس رجحان نےمعیشت میں ترقی

---

[38] مسلم بن الحجاج،الجامع الصحیح،دارالتاصیل ،مصر ،2014ء،کتاب الزھد،ج7،ص370

[39] http:/www.123helpme.com/consumerism and consumption in the fashion industry essay-eco- fashion. (Retrieved on 16-01-2024)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

اورخوشحالی کوجلابخشی،سرمایہ داروں کو مالی فوائدحاصل ہوئے اورسماجی لحاظ سے بھی عوام کو نئے رجحانات اور برانڈز کے ذریعے جدیداورمتنوع اشیاء تک رسائی ملی۔

خلاصہ تحقیق

صارفیت کے منفی رجحانات اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ صارفیت کا نظریہ دنیا کے معاشی نظام کے لیے انتہائی مضر ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ نظریہ صرف مادی حصول پر مرکوز ہے جبکہ انسان کے لیے محض مادی ضروریات کا حصول کافی نہیں بلکہ روح کی تسکین بھی ضروری ہے۔صارفیت محض دنیاوی خواہشات اور مادی اشیاء کی بھرمار پر زور دیتی ہے اور انسان کو ایک لامتناہی کمائی کی دوڑ میں الجھاتی ہے جس سے اس کی روحانی کیفیت اور دینی فلاح متاثر ہوتی ہے۔
اسلامی معیشت انسان کو نہ صرف مادی فوائد کے حصول کی راہنمائی کرتی ہے بلکہ ایسا نظام صَرف بھی فراہم کرتی ہے کہ جس کی بدولت اس کی روحانی تسکین بھی برقرار رہتی ہے۔لہٰذا اسلام کا معاشی نظام انسان کی تمام ضروریات (مادی وروحانی) کو مکمل طور پر پورا کرتا ہے جبکہ صارفیت صرف مادی ضروریات تک محدود رہ کر انسان کو ایک ادھورے اور متزلزل معاشی نظام میں جکڑ لیتی ہے۔

نتائج تحقیق

* کنزیومرازم عالمی معاشی نظام کے لیے قطعاً مفید نہیں ہے۔
* کنزیومرازم انسان کو ایک نہ ختم ہونے والی معاشی دوڑ میں الجھا دیتا ہے۔
* اسلامی نظریہ صَرف ایک خاص ترتیب سے خرچ کرنے کا اصول فراہم کرتا ہے۔
* صارفیت کے اصول کو اپنانے سے پورا معاشرہ غیر معتدل ہو جاتا ہے۔
* صارفیت کا نظام ذہنی امراض اور معاشرتی جرائم پیدا کرتا ہے۔

سفارشات

* صارفیت کے غیر معتدل اصول سے عوام الناس کو آگاہی فراہم کرنے کے لیے مساجد، سکولز، کالجز اور یونیورسٹیوں میں آگاہی مہم کا انعقاد کیا جائے۔
* اپنی خریداری کا جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ وسائل کا مؤثر استعمال ممکن بنایا جا سکے۔
* اسراف و تبذیر کی جدید صورتوں کو قرآنی اصولوں کے مطابق پرکھا جائے اور اپنا بجٹ ضرورت، حاجت اور تحسینات کے دائرے میں رہتے ہوئے خاص انداز سے مرتب کیا جائے۔
* ایسی اشیاء کی خریداری کو ترجیحات میں رکھا جائے جو سماجی اور ماحولیاتی طور پر فائدہ مند ہوں تاکہ قدرتی وسائل کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔
* حکومت ایسی پالیسیاں مرتب کرنے کے بعد آگاہی فراہم کرے جو صارفیت کے بے قابو رجحان کو مسدود کر دے۔